Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ

فون ۴۴۹

ایڈیٹر: نسیم سیفی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۵/۴۰ | اتوار ۔ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ ، ۲۸ صلح ۱۳۶۹ ہش ، ۲۸ جنوری ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۴

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں تازہ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور کی صحت اچھی ہے ۔ حضور ایدہ اللہ احباب جماعت کو محبت بھرا اسلام بھجواتے ہیں ۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلۂ عالیہ احمدیہ

"اللہ تعالےٰ کی ذات میں بے نظیر صفات ہیں ۔ جو لوگ اس کی راہ پر چلتے ہیں اُنہیں کو اس سے اطلاع ملتی ہے اور وہی اس سے مزہ پاتے ہیں ۔ خدا تعالےٰ سے رشتہ میں اس قدر شیرینی اور لذت ہوتی ہے کہ کوئی پھل ایسا شیریں نہیں ہوتا ۔ خدا تعالیٰ سے جلدی کوئی شخص خبر گیراں نہیں ہو سکتا ۔ پھر جس کا متولّی خدا ہو جاتا ہے اس کو کئی فائدے ہوتے رہیں ایک تو وہ طمانیت کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ راحت پاتا ہے جو کسی دنیا دار کو نصیب ہونا ناممکن ہے اور ایسی لذت پاتا ہے جو کہیں دوسری جگہ نصیب نہیں ہو سکتی اور اس کا متولی ایسا زبردست ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مشکل سے بہت جلدی نکالتا اور خبر گیری کرتا ہے ۔ یہ لوگ بالکل بے ہودہ جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں ۔ جھوٹی باتوں کی پیروی کرتے ہیں ۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۵۶)

سچّائی کی حقیقت

(ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

سچ ایک قیمتی چیز ہے ۔ اور پھر کوئی مشکل بھی نہیں آسان ترین ہے ۔ جو کام ہاتھ نے کیا ہے اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ ہاتھ سے یہ کام کیا ہے ۔ اس میں بوجھ کیا ہے ۔ آنکھ نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ آنکھ نے فلاں چیز دیکھی ہے ۔ اس میں کون سی مشکل ہے ۔ کانوں نے ایک بات سُنی ہے اب اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ کانوں نے فلاں بات سُنی ہے ۔ اور اس کو دہرا دینا کون سی مشکل بات ہے ۔ یہاں کوئی فقرہ نہیں بنانا ۔ صرف ایک بات کو دہرا دینا ہے ۔ مثلاً عربی زبان ہے ۔ آپ لوگ اسے بڑی مشکل سے سیکھ سکتے ہیں ۔ لیکن ایک دو سال کے بچّے کو بھی کہو "ذَھَبْتُ" تو اسے دہرا دے گا ۔ گویا جو فقرہ بنانا تم ساتویں ، آٹھویں جماعت میں سیکھو گے وہ تم ایک سال کے بچہ سے بھی سُن سکتے ہو ۔ تم کہو گے "ذَھَبْتُ" تو وہ فوراً دہرا دے گا اسی طرح سچ نقل کرنے کو کہتے ہیں ۔ یعنی جب تم سچ بولتے ہو تو ایک بات کو دہرا دیتے ہو ۔ ہاتھ سے ایک کام کرتے ہو ۔ تو تم کہتے ہو ۔ ہاتھ فلاں کام کرتے ہیں ۔ آنکھیں دیکھتی ہیں تو تم کہتے ہو ۔ آنکھیں دیکھتی ہیں ۔ کان سُنتے ہیں تو تم کہتے ہو کان سُنتے ہیں ۔ زبان چکھتی ہے تو تم کہتے ہو زبان چکھتی ہے ۔ اور اسی کو سچ کہتے ہیں ۔ لیکن یاد رکھو سچ کے یہ معنی نہیں کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا ہے وہ تم ضرور کہہ دو ۔ قرآن کریم بعض باتوں کے بیان کرنے سے منع کرتا ہے ۔ پس اگر کوئی شخص ان کو بیان کرتا ہے تو وہ سچ نہیں بولتا بلکہ فتنہ و فساد پھیلاتا ہے ۔ سچ کے معنی صرف یہ ہیں کہ اگر تم کوئی بات کہو تو ضرور سچ کہو یہ نہیں کہ تم وہ بات ضرور کہو ۔ فرض کرو تم نے ایک لڑکے کو کسی دوسرے لڑکے کو مارتے دیکھا ۔ اب اگر ہیڈ ماسٹر تمہیں بلا کر پوچھتا ہے کہ کیا اس لڑکے نے فلاں لڑکے کو مارا تھا ۔ تو تم سچی بات بتا دو ۔ خواہ مارنے والا تمہارا گہرا دوست ہی ہو ۔ لیکن اگر تم خود ہیڈ ماسٹر کے پاس چلے جاتے ہو اور اسے کہتے ہو کہ میں نے فلاں لڑکے کو مارتے ہوئے دیکھا ہے تو یہ سچ نہیں بلکہ فتنہ و شرارت ہے ۔"

(تقریر حضرت فضل عمر فرمودہ ۱۲ فروری ۱۹۵۱ء)

> غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
> اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

○ مکرم ملک عطاء اللہ صاحب صدر جماعت احمدیہ چوڑہ سگھر ضلع شیخوپورہ بعارضہ فالج علیل ہیں ۔

○ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مکرم عنایت اللہ صاحب صدر جماعت احمدیہ محمود آباد فارم سندھ کا اپریشن ۲۴ جنوری کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ہوا ہے ۔

○ مکرم محمد اسماعیل صاحب خالد بعارضہ قلب بیمار ہیں ۔

○ مکرم رائے عبید اللہ صاحب منگلا بیمار ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں ۔

قارئین کی خدمت میں ان مریضوں کی شفائے کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے ۔

○ مکرم امداد الرحمٰن صاحب صدیقی مربی سلسلہ ۔ کھلنا ۔ بنگلہ دیش کو اللہ تعالیٰ نے ۲۴ دسمبر ۱۹۸۹ء کو چوتھی بچی عطا فرمائی ہے ۔ جو وقف نو میں شامل ہے ۔

○ مکرم عبد السّلام صاحب شاہد مربیّ سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۰ء کو پہلی بیٹی سے نوازا ہے جس کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے "دُرِّ عجم" عطا فرمایا ہے ۔ یہ بچی مکرم عبد المنان صاحب (اٰلیس کریم والے) کی پوتی اور مکرم محمد ابراہیم صاحب فاضل آف ماڈل کالونی کراچی کی نواسی ہے ۔

○ مکرم ڈاکٹر رشید محمد صاحب راشد آئی سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مؤرخہ ۱۴ جنوری کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے ۔ نومولود ہومیو ڈاکٹر مکرم سلطان احمد صاحب مجاہد کا پوتا اور مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل تحریک جدید ربوہ کا نواسہ ہے ۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو صحت و درازیٔ عمر سے نوازے اور دین کا خادم بنائے ۔

○ محترمہ صوفیہ خانم صاحبہ اہلیہ مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب رحمانی طویل علالت کے بعد مؤرخہ ۱۴ جنوری ۱۹۹۰ء صبح ۹ بجے انتقال فرما گئیں ۔ ۱۴ جنوری کی شام ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا ۔ بیت المہدی کے باہر نماز جنازہ ادا کی گئی اور رات ۹ بجے تدفین عمل میں لائی گئی ۔ احباب انکی بلندی درجات کیلئے دعا کریں ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر : آغا سیف اللہ ، پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس ، ربوہ ، مقامِ اشاعت : دارالنصر غربی ربوہ
قیمت : ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۸ ، صلح ۱۳۶۹ ہش ۲۸ ، جنوری ۱۹۹۰ء

دِل کو ٹٹولتے رہیئے

ہم اکثر کہتے ہیں ہمارا دِل اِس بات کو چاہتا ہے یا اُس بات کو چاہتا ہے۔ اور پھر ہم وہ کچھ کرتے ہیں جس کی طرف ہمارا دِل مائل ہوتا ہے۔ بعض اوقات کچھ کر بیٹھتے ہیں تو پھر اپنے آپ پر غصہّ نکالتے ہوئے کہتے ہیں۔ بس کیا کریں دِل کے ہاتھوں مجبور ہوگئے۔ ورنہ ہم یہ بات یا یہ کام کبھی نہ کرتے۔

گویا کہ ہم دل کی باتیں مانتے ہیں۔ دِل اچھی باتیں بتائے تو اچھی باتیں یا اچھے کام ہم سے سرزد ہوتے ہیں اور دِل کوئی بُری بات بتائے تو ہم سے بُرائی سرزد ہو جاتی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اگر دِل بُری باتیں بتانے والا ہو تو ہمیشہ بُری ہی باتیں بتائے گا یا اچھی باتیں بتانے والا ہو تو ہمیشہ اچھی باتیں ہی بتائے گا۔ دوسرے الفاظ میں کیا دل کی کیفیت بدل بھی سکتی ہے یا نہیں۔ یہ سوال ہر شخص کیلئے نہائت اہم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر دل بدل نہ سکتا ہو تو نیکی کی تلقین بے معنی ہو کر رہ جائے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو یہ بات بے اثر ہو جائے۔ دِل بدل سکتا ہے اور یقیناً بدل سکتا ہے۔ بُرائی چھوڑ کر نیکی کی طرف مائل ہو سکتا ہے اور بعض اوقات بدقسمتی سے نیکی چھوڑ کر بدی کو بھی اختیار کر سکتا ہے۔ اس بات کے پیشِ نظر ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ہمہ وقت اپنے دِل پر نظر رکھیں اسے نیکی کی طرف مائل کرنے والی باتیں اختیار کریں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں

”سب سے اوّل اپنے دِلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دل کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر یک نُور یا اندھیرا پہلے دِل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دِلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔ اور جیسا پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینک دیتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دِلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے۔ اور پھر تم کاٹے جاؤ۔“

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم ہمہ وقت اپنے دل پر نظر رکھیں۔ بجائے یہ کہنے کے کہ ہم اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھے۔ ہمیں یہ کہنا چاہیئے کہ ہم اپنے دل کو مجبور کر دیں گے کہ وہ ہر غلط بات سے اجتناب کرے۔ ایسا ہم کر سکتے ہیں اور ہمیں ایسا ضرور کرنا چاہیئے۔

دِل کو مَیں مجبُور کروں گا مانے میری بات
مجھ پر طاری کر نہ سکے گا اپنے رجحانات
سوچ سمجھ سے کام جو لُوں تو بات ہے یہ آسان
ورنہ اُس نے لگا رکھی ہے میرے لئے اِک گھات

ابوالاقبال

لُبِّ لباب

کریہہ طعنوں کی زَد پہ رکھے ہیں کیسے کیسے گلاب دیکھو
سُلگ رہے ہیں تپش میں اپنے جَلا کے خرمن عذاب دیکھو

گھٹن کی تلخی میں پَل رہی نسلِ نَو کا آخر قصُور کیا ہے
اُداس آنکھوں کی بُجھتی شمعوں میں اپنا یومِ حِساب دیکھو

جو بیج بوئے تھے نفرتوں کے وہ ڈھیرے ڈھیر اَب اُگ رہے ہیں
تمہارے ہاتھوں پہ مندرج ہے سوال دیکھو جواب دیکھو

تنوں پہ پیڑوں کے نام لِکھ کر سمجھ رہے ہیں کہ ہم ہیں مجنوں
غلط جہت کی مسافرت میں بکھرنے والے یہ خواب دیکھو

کِساں کی نیّت سے پھَل کے رَس میں کبھی اضافہ کبھی کمی ہے
یہ کون ہم پر رہا مسلّط ہوئے ہیں دریا سراب دیکھو

کبھی بھی ضائع نہیں گیا ہے، ہُوا ہے قرباں جو حَق کی رہ میں
ہمارے خوں سے حسین تر ہے زمیں کا رنگِ شباب دیکھو

بہت ہے آساں یہ جان لینا ذرا تدبّر سے کام لے کر
کِسے ہے نصرت خدا کی حاصل ہے کون زیرِ عتاب دیکھو

لِکھے گا عنوان کیا مؤرخ تمہارے عہدِ ستمگری کا
فسانہ پڑھنے کی کِس کو فرصت ہے صرف لُبِّ لباب دیکھو

امۃ الباری ناصر

تعلیم القرآن

(والدین کی ذمّہ داری)

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) فرماتے ہیں :

”اولاد کی تربیت اور اس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمّہ داری والدین پر ہے۔ انہیں اس کے لئے خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآن کریم سے جو انہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا۔“

(خطبہ جمعہ الفضل ۳ ، فروری ۱۹۶۶ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حافظ محمد صدیق

محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور سے ایک انٹرویو

محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد کی باتیں سُنئیے

آپ کا مولد:۔

کھاریاں ضلع گجرات۔

مولد سے محبت ایک لازمی امر ہے آپ اس سلسلہ میں کچھ کہنا پسند کریں گے۔

میرے نزدیک اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک فطری محبت جو کہ دنیا میں ہر شخص کو اپنے مولد سے ہوتی ہے۔ لیکن دوسرے پہلو کی رُو سے گجرات ضلع اپنے خصائص کی وجہ سے وطنیت کے جذبہ کو اجاگر کرنے والا ہے۔ دنیا کے کسی گوشہ میں دو گجراتی مل بیٹھیں تو ان کے درمیان وطنیت کا جذبہ زیادہ مؤثر کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ مَیں مختلف ممالک میں جہاں جہاں گیا ہوں وہاں عملی مشاہدہ بھی میرا یہی ہے کہ گجرات کے مکینوں کا اپنی وطنیت کی وجہ سے زیادہ میل ملاپ ہے

اپنے والد محترم کے بارہ میں کچھ بتائیں کیا وہ خود احمدی ہوئے تھے؟

میرے والد صاحب چوہدری محمد دین صاحب ریلوے میں شیڈ مین کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے۔ وہ میری پیدائش سے پہلے ریٹائر ہو چکے تھے۔ گجر زمیندار گھرانہ سے ہمارا تعلق ہے لیکن والد صاحب نے عملاً زمینداری نہیں کی زمین اب تک بٹائی پر ہے۔

والد صاحب ۱۹۲۸ء میں میرے ماموں مکرم چوہدری لعل خان صاحب کے ذریعہ خود احمدی ہوئے۔

آپ نے تعلیم کہاں حاصل کی؟

میٹرک تک کھاریاں میں تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ احمدیہ قادیان میں ۱۹۴۶ء میں واقف زندگی ہو کر داخل ہوا۔ ڈیڑھ سال بعد پارٹیشن ہو گئی۔ قریباً ڈیڑھ سال قادیان زیر تعلیم رہا۔

مدرسہ احمدیہ کی کوئی خاص بات یاد ہے؟

مدرسہ احمدیہ میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ ایک تو وہاں کا ڈسپلن تھا۔ اور دوسرے اساتذہ کی طلبا کے مفاد اور بہبود کی خاطر گہری دلچسپی۔ مثلاً ڈسپلن کا یہ عالم تھا کہ قادیان میں رہتے ہوئے بھی کبھی شاذ موقعہ ملتا کہ اپنے ماموں کے گھر ملنے جا سکتا۔ اور پھر صبح سے لے کر رات دس بجے تک ہمارے اوقات نہایت منظم شکل میں بٹے ہوئے تھے۔ جس میں کھیل تفریح کا وقت عصر اور مغرب کے درمیان تھا لیکن وہ بھی ہوسٹل کے ماحول کے اندر۔ اور پانچوں نمازوں کے لئے طریق یہ تھا کہ ہوسٹل میں طالب علموں کی اطلاع کے لئے ایک گھنٹی بجتی تھی جس پر وہ وضو کر کے اپنے کمروں کے سامنے قطاریں بنا کر کھڑے ہو جاتے تھے وہاں اُن کا جائزہ لیا جاتا کہ کون طالب علم نماز کے لئے تیار نہیں ہوا۔ پھر ایک قطار میں ہوسٹل کے سارے طالب علم بیت اقصیٰ میں نماز کے لئے جاتے تھے۔ پھر نماز سے فراغت کے بعد اُسی طرح کسی ایک طالب علم کی طرف سے آواز بلند ہوتی تَعَالَوْا ۔ تَعَالَوْا تو اس پر سارے طالب علم دوبارہ اپنی اپنی قطار میں کھڑے ہو جاتے۔ ان کا جائزہ لیا جاتا اور پھر اسی طرح قطار کی صورت میں ہوسٹل واپس آتے۔ ہماری اکثر نمازیں بیت اقصیٰ میں ہوتی تھیں سوائے ان ایام کے جب بیتِ مبارک میں حضرت فضل عمر مجلس علم وعرفان میں رونق افروز ہوتے تھے۔ ان ایام میں ہم مغرب وعشاء وہاں پڑھ لیتے تھے۔

ہوسٹل کا ایک لطیفہ:۔ انہی ایام میں غالباً ہیضہ کے ٹیکے لگ رہے تھے۔ ہوسٹل میں سب کو یہ ٹیکے لگنے ہوسٹل کے نگران ان دنوں حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب تھے جو حضرت بانی جماعت احمدیہ کے رفیق اور پرائیویٹ طور پر کچھ ڈاکٹری کا کام بھی کرتے تھے۔ ٹیکے لگنے سے اگلے روز ہوسٹل کے سارے طالب علموں نے باہمی مشورہ سے چھٹی منانے کا پروگرام بنایا اور مدرسہ میں تعلیم کی غرض سے حاضر نہ ہوئے۔ جب حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نے دیکھا کہ ہوسٹل سے کوئی طالب علم مدرسہ میں نہیں آیا تو آپ نے حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب کو بلا کر وجہ دریافت کی کہ طالب علم کیوں تعلیم کے لئے حاضر نہیں ہوئے۔ حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب جائزہ لینے کے لئے ہوسٹل میں تشریف لائے تو طالب علم اپنے منصوبہ کے مطابق اپنے اپنے بستروں پر بیمار بن کر لیٹ گئے۔ حضرت ماسٹر صاحب نے مختلف کمروں میں دو چار طالب علموں کا جائزہ لیا اور ساری صورتحال کو بھانپ گئے اور واپس جا کر یہ سفارش کر دی کہ طالب علموں کو آج چھٹی دے دی جائے۔ چھٹی کا اعلان ہوتے ہی طالب علم بستروں سے اُٹھ گئے اور مختلف مشاغل، مجالس اور کھیل کود میں مصروف ہو گئے۔ جب کھانے کا وقت آیا اور ڈرائنگ روم میں کھانے کے لئے طالب علم جمع ہوئے تو وہاں دیکھا کہ طالب علموں کے لئے حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب جو ڈاکٹر بھی تھے ان کی ہدایت کے تحت پرہیزی کھانا تیار کیا گیا ہے۔ جو ڈیڑھ دو چھٹانک چاول کی صورت میں تھا جب طالبعلموں نے کھانے کی یہ صورت دیکھی تو حضرت ماسٹر محمد طفیل صاحب کے پاس گئے اور شکایت کی کہ اس پرہیزی سے تو ہمارا گزارہ نہیں ہوگا۔ حضرت ماسٹر صاحب نے فرمایا میں ڈاکٹر ہوں اور آپ مریض ہیں۔ اور مریض کے لئے پرہیزی کھانا ڈاکٹری اصول کے مطابق ضروری ہے اس لئے آج اسی کے مطابق کھانا، کھانا ہوگا۔ یہ گویا طلباء کے لئے ایک نہایت پیاری سرزنش تھی۔

اپنے اساتذہ میں سے کسی کی کوئی خاص بات جو آپ کو یاد ہو۔

بحیثیت استاد کے مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے سارے دور میں سب سے زیادہ تعلق اور واسطہ محترم ماسٹر غلام حیدر صاحب کے ساتھ رہا جو لمبے عرصہ تک مدرسہ احمدیہ کے نگران رہے۔ اور انگریزی بھی پڑھاتے تھے۔ وہ بحیثیت نگران طالب علموں میں اس قدر گہری دلچسپی رکھتے تھے کہ ہر طالب علم کے ذاتی حالات اس کا خاندانی پس منظر طالب علم کی طبیعت، رجحانات اور اس کی تعلیمی اور دوسری ضروریات ان سب باتوں پر انہیں پوری آگاہی ہوتی تھی۔ اور اسی کے مطابق وہ طالبعلموں سے سلوک کرتے تھے۔ ذہین طالب علموں کی حوصلہ افزائی کرتے اور بعض حالات میں مقررہ حدود سے بڑھ کر بھی اُس کی بہتری کے لئے اقدامات کرنا یہ ان کا خاص شفیقانہ انداز تھا۔ جہاں انہیں طالب علم میں کوئی خامی محسوس ہوتی اس کی اصلاح کے لئے ایسے طور پر نگرانی کا اہتمام کرتے کہ طالب علم کو کانوں کان خبر نہ ہوتی اور اس کے اُٹھنے بیٹھنے کی ساری اطلاع بھی حاصل کر لیتے۔ ایسا صرف اس کی بہبود کا اور اصلاح کے لئے کرتے تھے۔ اس کی توہین یا تذلیل کی صورت پیدا نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک اور نمایاں وصف اُن میں طالب علم کو یہ تربیت دینا تھا کہ اپنے ذرائع آمد کے اندر رہ کر اپنا گزارہ کرے۔ تحصیل علم کے اعتبار سے جامعہ احمدیہ میں اور بعد ازاں جامعۃ المبشرین میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سے علمی فیض پانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اپنے شاگردوں کو علمی لحاظ سے ترقی پر دیکھ کر انہیں بیحد مسرت ہوتی تھی بلکہ مختلف انداز سے ایسے شاگردوں پر وہ ایک گونہ فخر کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ خاکسار جب مولوی فاضل کا امتحان دے کر جامعہ احمدیہ سے فارغ ہوا تو حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور ساتھ ہی اس امر پر دلی ندامت کا اظہار بھی کیا کہ دوران تعلیم کئی قسم کی کوتاہیوں اور گستاخیوں کا ارتکاب ہوتا رہا۔ ازراہ شفقت ان کوتاہیوں کو درگزر فرما کر خاکسار کے لئے دعا کی جائے۔ حضرت مولانا اُس وقت اپنے گھر میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے مجھ سے بغل گیر ہوئے اور بڑی دیر تک میری دلجوئی کی خاطر دعائیہ کلمات اور حوصلہ افزائی کی باتیں کرتے رہے ان کی شفقت دیکھ کر میں جذبات میں آ گیا لیکن جلد ہی مجھے محسوس ہوا کہ حضرت استاذی المکرم بھی میری طرح شفقت بھرے جذبات میں ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ جب مولوی فاضل کا نتیجہ نکلا اور اس کے بعد ہمیں جامعہ احمدیہ احمد نگر سے جامعۃ المبشرین ربوہ میں تعلیم کے لئے آنا تھا تو یہ اتفاق ہوا کہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب بھی جامعہ احمدیہ سے تبدیل ہو کر جامعۃ المبشرین کے پرنسپل ہو گئے اور اس طرح وہ شاگردی کا تعلق جو وقتی طور پر ٹوٹتا نظر آ رہا تھا وہ خدا کے فضل سے قائم رہا۔

دوران تعلیم آپ کا زیادہ لگاؤ ادبیات سے رہا یا علم کلام سے؟

زیادہ دلچسپی مجھے علم کلام سے تھی۔

اس کی وجہ؟

میرا اپنا تاثر یہ ہے کہ باقی علوم کتابی نوعیت کے تھے۔ میدانِ عمل میں ان کا تعلق یا واسطہ نسبتاً کم تھا

اس سلسلہ میں زیرِ مطالعہ کون کون سی کتب رہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مدرسہ احمدیہ میں آنے سے پیشتر ہی حضرت بانیٔ سلسلہ کی بعض چھوٹی چھوٹی کتب کے علاوہ احمدیہ پاکٹ بک کا مطالعہ میں نے اپنے مڈل تعلیم کے دوران کر لیا تھا۔

علم کلام کے آپ کے استاد کون تھے؟

میرے علم کلام کے استاد ابتداءً حضرت قریشی محمد نذیر صاحب ملتانی تھے اور بعد ازاں محترم مولانا غلام باری سیف صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

علم کلام کے علاوہ تفسیر اور حدیث سے بھی مجھے بہت دلچسپی تھی اور اب بھی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مختلف تفاسیر احادیث کی کتب اور ان کی شرحیں اب بھی زیر مطالعہ رہتی ہیں۔

آپ کو کہاں کہاں خدمات سلسلہ بجا لانے کے مواقع میسر آئے؟

میری پہلی تقرری گجرات شہر و ضلع میں ہوئی اور یہ تقرری حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نے حضرت فضل عمر سے ایک خاص ارشاد کے پیش نظر فرمائی تھی۔ (حضرت میاں شریف احمد صاحب اس وقت ناظر اصلاح و ارشاد تھے) میرا وقف میں آنا بھی حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی شفقت اور رہنمائی کا نتیجہ تھا۔ غالباً ۱۹۴۲ء میں جبکہ جنگِ عظیم جاری تھی حضرت صاحبزادہ صاحب احمدی نوجوانوں کی فوج میں بھرتی کے لئے دورے فرما رہے تھے۔ اور جب کھاریاں تشریف لائے اور بھرتی کے لئے نوجوانوں کے انتخاب کا وقت آیا تو خاکسار بھی قطار میں جاکر کھڑا ہو گیا۔ لیکن عمر دس گیارہ سال تھی اور فوج میں بھرتی کے لحاظ سے کم تھی اس لئے منتظمین نے مجھے پکڑ کر قطار سے باہر کر دیا۔ مجھے اس کا اتنا شدید صدمہ ہوا کہ میں نے باآواز بلند رونا شروع کر دیا۔ حضرت میاں صاحب اندر کمرے میں تشریف فرما تھے۔ میرے رونے کی آواز سن کر باہر تشریف لائے۔ اور پوچھا کہ یہ بچہ کیوں رو رہا ہے منتظمین نے بتایا کہ یہ بھرتی ہونا چاہتا تھا چھوٹی عمر کی وجہ سے اسے ہم نے الگ کر دیا ہے اور یہ رو رہا ہے۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا میرے آنسو پونچھتے رہے۔ پیار کرتے رہے اور مجھے تسلی دلائی کہ بیٹا مجھے قادیان واپس پہنچ لینے دو۔ ہم آپ کو وہاں بلائیں گے۔ پڑھائی بھی کرائیں گے اور تنخواہ (وظیفہ) بھی دیں گے۔ چنانچہ کچھ دن گزرنے کے بعد قادیان سے مجھے حضرت میاں صاحب نے فارم وقفِ زندگی بھجوایا اور یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اپنی تعلیم مقامی طور پر پوری کرنے کے بعد آپ قادیان آجائیں۔ خاکسار والدہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حضرت میاں صاحب کی خواہش کے احترام میں خاکسار کے والدین نے قلبی بشاشت کے ساتھ مجھے وقف کیلئے پیش کیا۔ جب مقامی طور پر تعلیم سے فارغ ہوا تو ۱۹۴۶ء میں خاکسار کے والد محترم نے خاکسار کو ہمراہ لیکر حضرت فضل عمر کی خدمت میں جاکر پیش کیا کہ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے حضور کی خدمت میں اسے پیش کرتا ہوں۔ حضور نے ازراہ شفقت میرا وقف منظور فرمایا اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کی ہدایت فرمائی۔

غانا میں تین سال قیام کے دوران آپ کو جو تجربات ہوئے ان کے بارہ میں کیا کہنا پسند فرمائیں گے؟

غانا کے لحاظ سے تجربات بہت اچھے اور خوشکن ہیں۔ غانا میں دعوت الی اللہ کے لحاظ سے نہایت سازگار اور پرامن ماحول ہے۔ مذہبی آزادی کا تصور اس حد تک مستحکم ہے کہ ایک گھر کے اگر پانچ افراد ہیں تو بعید نہیں کہ ان پانچوں کا عقیدہ اور مسلک ایک دوسرے سے جدا ہو۔ اس کے باوجود کوئی کسی کی راہ میں مزاحم نہیں ہوتا۔

دوسرے یہ کہ وہاں کی نئی نسل جس سے میری مراد دس بارہ سال سے پچیس تیس سال کی عمر کا طبقہ ہے ان لوگوں میں احمدیت کے بارہ میں خاص دلچسپی ہے اور بارہا ایسا دیکھنے میں آیا کہ ایک دس بارہ سال کا بچہ بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوا۔ اس کو جماعت میں داخل کرتے وقت ہمارا یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ تو نہایت چھوٹی عمر کا بچہ ہے یہ کس طرح اپنے فیصلہ کو نبھا سکے گا۔ لیکن یہ جان کر حیرت ہوتی کہ ڈیڑھ دو ماہ کے بعد وہی بچہ چوک میں کھڑے ہو کر دعوت الی اللہ کا سٹیج سنبھالے ہوئے ہے۔ اور سامعین پہ اپنی علمی طاقت کی قوت سے چھایا ہوا ہے۔ یہ جذبہ نوجوانوں میں انتہائی حیرت انگیز اور قابل تعریف ہے۔

میدانِ عمل میں اپنے کسی ایسے تجربہ کا ذکر فرمائیں جس سے داعیان الی اللہ فائدہ اٹھا سکیں؟

سب سے بڑا سرمایہ ایک مربی یا داعی الی اللہ کے لئے امام وقت کی توجہ ہے۔ امام وقت کی یہ توجہ بلا مبالغہ لمحہ لمحہ اور قدم قدم نہ صرف حوصلہ بڑھاتی ہے بلکہ رہنمائی کا موجب بھی بنتی ہے اور مجھے کئی مواقع ایسے آئے کہ براہ راست امام وقت کے دربار سے راہنمائی اور حوصلہ افزائی کے سامان پیدا ہوئے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضور کے ساتھ روحانی تعلق کے ثمرات تھے جو ساتھ ساتھ ملتے رہے اور یہ روحانی تعلق لمحہ لمحہ اور قدم قدم دلجوئی کا موجب بنتا رہا۔

دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ ایک مربی کے طور پر یا داعی الی اللہ کے طور پر جو اطاعت ایثار اور اخوت ہم جماعت میں پیدا کرنا چاہتے ہیں یہ چیزیں پہلے خود اپنی زندگی کا حصہ بنانا ضروری ہیں اس کے بغیر تمام کاوشیں بے اثر رہتی ہیں۔ جتنا ایک شخص دنیاوی مقاصد سے اپنی توجہ ہٹا کر دینی مقاصد پر مرکوز رکھے تو اس کی برکت کے طور پہ خدا تعالیٰ اس کے دنیاوی معاملات میں اس کی خود کفالت کرتا ہے اور دینی مقاصد میں تو بہرحال تائید و نصرت ملتی ہی ہے۔

غالباً ۱۹۶۳-۶۴ء کی بات ہے کہ ہومیوپیتھک کی رجسٹریشن کا باقاعدہ آغاز ہوا خاکسار نے بھی اس کے لئے داخلہ بھجوایا۔ ہومیوپیتھک کتب کا مطالعہ کیا امتحان کی پوری تیاری کر لی جب لاہور سے امتحان کی ڈیٹ شیٹ آئی تو حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد کی خدمت میں رخصت کی درخواست بھجوائی تاکہ لاہور جاکر امتحان دے سکوں۔ حضرت مولانا شمس صاحب نے خاکسار کی رخصت تو منظور فرمائی لیکن ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ ایسے امور کی طرف توجہ دینے سے پھر آپ کی دینی خدمات سے توجہ کم ہونے کا خدشہ ہے۔ خاکسار کو جب ان کی طرف سے یہ تحریر پہنچی تو اسی لمحہ امتحان دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ چونکہ داخلہ بھجوایا جا چکا تھا۔ اس لئے مجھے برابر تین سال تک امتحان دینے کی دعوت ملتی رہی لیکن حضرت مولانا کی نصیحت کے طفیل خاکسار نے یہ امتحان نہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی فضل فرمایا مجھے ہومیوپیتھک پریکٹس سے بچا لیا جس سے مقصود پیسہ کمانا ہو۔ یا جو دینی فرائض کی بجا آوری میں مخل ہو سکتی تھی۔

موجودہ معاشرتی الجھنوں کے بارہ میں آپ قارئین الفضل کو کیا کہنا پسند فرمائیں گے؟

ہمارے ماحول کی موجودہ معاشرتی الجھنوں میں دخل اس بات کا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں صحیح آئیڈیل کا خلا ہے اور صحیح آئیڈیل نہ ہونے سے ذہن پراگندگی اور انتشار کا شکار ہیں۔ احمدیت میں اللہ تعالیٰ نے از سر نو دنیا کے لئے یہ سامان کیا ہے کہ انہیں آئیڈیل میسر آئے جسے وہ اپنائیں اور اس سے عملی زندگی میں رہنمائی اور فیض پائیں۔ احمدیت کے ماحول سے باہر دنیا اس روحانی مائدے سے محروم ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ طبقے یا گروہ تو ایک طرف ایک محدود یکجہتی خاندانی زندگی بھی بکھر کر رہ گئی ہے۔ اور ہر سطح پہ بیگانگی اور نفسا نفسی کا دور دورہ ہے۔ ہمارے آقا معاشی طور پہ تمدنی طور پہ ہمیں ہدایات دیتے ہیں۔ اور وہ ہمارے لئے تازہ اور زندہ نمونہ ہیں۔

شارک مچھلیوں کی قیام گاہ

قریباً ساری شارک مچھلیاں کھاری سمندروں میں رہتی ہیں البتہ ان کی صرف ایک قسم ایسی ہے جو وسطی امریکہ کی جھیل نکاراگوا کے تازہ پانی میں رہتی ہے۔ شارک مچھلی کی ڈیڑھ سو سے زیادہ قسمیں ہیں۔ یہ مچھلیاں کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں رہتیں بلکہ شکار کی تلاش میں کئی کئی سو میل کا سفر کرتی ہیں۔ زیادہ تر بڑی شارک مچھلیاں کھلے سمندروں میں پانی کی سطح کے قریب رہتی ہیں۔ لیکن بعض گہرے سمندروں کی تہہ میں رہتی ہیں۔ چھوٹی مچھلیاں عموماً ساحل کے قریب رہا کرتی ہیں اور دنیا بھر کے گرم سمندروں میں یہی چھوٹی شارک مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔ زیادہ تر لوگ سمجھتے ہیں کہ شارک مچھلی کوئی بہت خطرناک مخلوق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض مچھلیاں خطرناک اور بعض بالکل بے ضرر ہوتی ہیں۔ مثلاً جو شارک مچھلیاں سمندری جہازوں کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں وہ کوڑا کرکٹ کھا کر گزارہ کرتی ہیں اور وہ چھوٹی مچھلیاں تک نہیں کھاتیں۔ جو بہت بڑی شارک مچھلیاں ہیں ان پر جب تک حملہ نہ کیا جائے وہ کچھ نہیں کہتیں۔ یہ مچھلیاں ۳۸ فٹ لمبی اور تیرہ ٹن وزنی ہوتی ہیں۔ سفید شارک بہت خطرناک ہوتی ہے جو چالیس فٹ لمبی ہوتی ہے اور انسان پر حملہ ضرور کرتی ہے۔

پتہ درکار ہے

محترمہ نعیمہ خاتون صاحبہ زوجہ چوہدری محمد عبداللہ صاحب ساکن نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ نے ۲۳ جون ۱۹۶۳ء کو وصیت کی تھی اس کے بعد دفتر سے رابطہ نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص ان کے بارہ میں جانتا ہو یا خود پڑھیں تو دفتر بہشتی مقبرہ کو اپنے موجودہ پتہ سے مطلع فرمائیں۔ ان کی وصیت معلق ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کلیم احمد

کشمیری شالیں

کشمیر، مشرق میں چین سے، شمال میں سوویت یونین سے، اور مغرب میں پاکستان سے ملحق ہے وادیٔ کشمیر میں دارالحکومت سری نگر واقع ہے یہ وادی ۱۵۰ کلومیٹر سے اوپر لمبی اور ۳۰ کلومیٹر چوڑی ہے۔ کشمیر ہمالیہ کے قدموں میں ۱۸۰۰ میٹر کی اوسط بلندی پہ واقع ہے اور ایک گھرے ہوئے حوض کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جسے دریائے جہلم اور ایک بڑی تعداد میں اس کی معاون ندیاں سیراب کرتی ہیں۔ میدان کے وسط میں آکر دریا ایک جھیل کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اور پھر جنوب کی طرف بہنا شروع کرتا ہے حتّٰی کہ وادیٔ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔

اس زرخیز وادی میں چاول کے کھیتوں کے علاوہ بڑی تعداد میں پھلوں کے درخت اُگتے ہیں۔ اسی طرح پاپلر، شمشاد اور صنوبر کے درخت بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں برف سے ڈھکی ہوئی ۸۰۰۰ میٹر سے زائد بلند چوٹیوں کے نیچے جن کا عکس دریائے جہلم کے پھیلے ہوئے پرسکون پانیوں میں نظر آتا ہے بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں۔ پھولوں کی کثرت ہے خصوصاً گلاب کا ایک خاص قسم کا گلاب (RHODODENDRONS) جو کہ سرد علاقوں میں ہی پایا جاتا ہے بکثرت اُگتا ہے اسی لئے یہ فقرہ مشہور ہے کہ "کشمیر جنت نظیر ہے"

کشمیر کی خوبصورت وادی میں غیر ملکی حملہ آوروں کے لئے خصوصی کشش ہے اور یہ کئی مرتبہ بیرونی حملہ آوروں کی زد میں آچکی ہے چودھویں صدی میں مسلمان یہ صوبہ اپنے بھارتی آقاؤں سے آزاد کرانے میں کامیاب رہے ۱۵۸۶ء میں عظیم مغل بادشاہ اکبر نے اسے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ پھر ۱۷۳۹ء میں کشمیریوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ افغانیوں کو اپنا آقا تسلیم کریں۔ جس کے بعد رنجیت سنگھ کی قیادت میں سکھ آئے۔ ۱۸۴۶ء میں لاہور کے راجہ گلاب سنگھ نے حکومتِ برطانیہ کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کئے جس کے نتیجے میں تقریباً ۲۱۸۰۰۰ مربع کلومیٹر پہاڑی علاقہ پر جس میں کشمیر بھی شامل تھا، اس کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔ گلاب سنگھ کے بعد رنبھیر سنگھ کے عہد میں ۱۸۴۶ء کے معاہدہ کی تجدید کی گئی جس میں برطانوی اور کشمیریوں کے حقوق متعین کئے گئے تھے۔ رنبھیر سنگھ کو خراج کے طور پر ایک گھوڑا ۲۵ پاؤنڈ پشم، اور تین جوڑے شال سالانہ، ملکہ برطانیہ کو دینا پڑتے تھے۔ اس کے بدلے میں سرکار برطانیہ نے ۲۱ توپوں کی سلامی راجہ کا حق تسلیم کیا تھا۔ جب یہ حکمران ۱۸۵۵ء میں مرا تو اس کا بیٹا پرتاب سنگھ تخت نشین ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں بالآخر برطانوی جاگیرداری اپنے اختتام کو پہنچی۔

کشمیر میں ایسی شالیں تیار کی جاتی ہیں جو کہ غیر معمولی طور پہ عمدہ اور ہلکی ہوتی ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے مغرب کے سیاحوں نے بھی سراہا ہے۔ ۱۶۶۴ء میں فرانکوئس برنیئر، (FRANCOIS BERNIER) جو کہ پہلا یورپی تھا جس نے کشمیر کی سیر کی۔ نے اپنی تحریرات میں مقامی پارچہ جات کی نرمی اور ہلکے پن پر اپنی حیرانگی کا اظہار کیا ہے (VOYAGE DANS LES ETALS DU GRAND MOGOL)

یہ شالیں عموماً مرد ہینڈ لوم (HANDLOOM) پر بنتے ہیں۔ اور چھوٹے بچے اُن کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ایک شال تقریباً ۸ء۱ میٹر لمبی اور ۲ء۱ میٹر چوڑی ہوتی ہے اس کے دونوں کناروں پر موجود خوبصورت بارڈر ۳۰ سینٹی میٹر سے ذرا کم ہوتا ہے۔ اور سردیوں کے موسم میں مرد و زن، ہندو اور مسلمان کسی تمیز کے بغیر اسے اوڑھتے ہیں۔ برنیئر (BERNIER) نے مشاہدہ کیا کہ یہ شالیں دو اقسام کی تیار کی جاتی ہیں۔ پہلی مقامی طور پر حاصل شدہ گھریلو بکری کی عمدہ اُون کے ساتھ اور دوسری جنگلی بکری کے پیٹ کے نیچے کے حصے پر موجود نرم بالوں سے اس میں موخرالذکر نہایت قیمتی ہوتی ہے۔ برنیئر لکھتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی چیز اس قدر عمدہ اور نفیس نہیں دیکھی۔ لیکن یہ ایک افسوسناک بات ہے کہ اکثر اس پر کیڑے حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

سترھویں صدی کی چند منی ایچر تصاویر ہمیں شہزادوں کو یہ شالیں زیب تن کئے ہوئے دکھاتی ہیں۔ اب ایک آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ شال بننے کا فن سب سے پہلے کشمیر میں کب شروع ہوا۔ کارل وان ہیوگل (CARL VON HUGEL) کے مطابق، جس نے ۱۸۳۶ء میں کشمیر کی سیر کی تھی، شال بُننے کی صنعت کا کریڈٹ سلطان زین العابدین کو جاتا ہے۔ جس نے ایک اعلیٰ مہارت یافتہ بافندے نغز بیگ کو ترکستان سے بلایا اور شال بُننے کے لئے ایک لُوم (LOOM) تیار کرنے کو کہا۔ ہیوگل لکھتا ہے کہ چار صدیاں گزر جانے کے باوجود بافندے، اپنے اس قابلِ تعظیم استاد کی قبر پر پھول چڑھاتے ہیں۔ تب سے شال بُننے کی صنعت کشمیر کی آمدن کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

اس شال میں استعمال ہونے والی اون کی کہانی بہت دلچسپ ہے یہ اون ایک بکری سے حاصل کی جاتی ہے یہ جنگلی بکریاں جو کہ وسطی ایشیاء اور تبت کے بلندی والے حصوں میں پائی جاتی ہے۔ اور سردیوں کے شدید موسم میں ان کے پیٹ کے نچلے حصے پر بالوں کی ایک نہایت نرم تہہ پیدا ہوتی ہے جو کہ ان کے عام ہلکے اور قدرے کھُردرے بالوں سے نیچے ہوتے ہیں۔ اُون کی یہ نرم تہہ ان کو اس بلند علاقے کی شدید ترین سردی جو کہ نقطہ انجماد سے کئی درجے کم ہوتی ہے۔ میں زندہ رہنے میں مدد دیتی ہے۔

جب سردی کا موسم گزر جاتا ہے اور بہار آتی ہے تو بکری کے پیٹ کے نچلے حصے پر موجود بالوں کی یہ نرم تہہ اس جانور کے لئے فالتو ہو جاتی ہے۔ اور یہ جانور اس فالتو تہہ کو اپنے جسم جھاڑیوں اور چٹانوں سے رگڑ رگڑ صاف کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح مقامی پہاڑی باشندے جانوروں کی اتاری ہوئی یہ عمدہ اُون اکٹھی کر لیتے ہیں۔ اور نیچے اتر کر وادیٔ کشمیر میں جا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ چند سیاح جنہیں اُون کی یہ "HARVEST" دیکھنے کا موقع ملا انہوں نے خیال کیا کہ یہ قیمتی جنس جو کہ شالیں بننے میں کام آتی ہے کوئی پودا ہی ہے جو کپاس کی طرح پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے علاقوں میں جن میں کشمیر بھی شامل ہے، یہ اون پالتو بکریوں سے بھی حاصل کی جاتی ہے جو کہ کنگھی کی مدد سے اتاری جاتی ہے۔ لیکن اس اون سے تیار شدہ شالیں کم معیار کی ہوتی ہیں۔

اس طرح یہ خام مال فروخت ہو کر کشمیری خواتین کے درمیان تقسیم ہو جاتا ہے جو کہ نسبتاً کھردرے بال علیحدہ کر کے اس اون کو دو حصوں میں چن دیتی ہیں۔ اچھی قسم کا دھاگہ عمدہ قسم کی شالوں کے لئے محفوظ کر لیا جاتا ہے جو کہ تقریباً سفید ہوتا ہے اور اسی حالت میں بھی استعمال کیا جاتا ہے یا کسی ہلکے رنگ میں رنگ لیا جاتا ہے یہ دھاگہ شال بننے میں وارپ (WARP) دھاگے کے طور پر استعمال ہوتا ہے (یعنی وہ دھاگہ جو کہ لوم پر اُفقی سمت میں استعمال کیا جاتا ہے) قدرے کھُردرے درجے کا دھاگہ رنگ لیا جاتا ہے اور ویفٹ (WEFT) دھاگے کے طور پر استعمال ہوتا ہے (یعنی وہ دھاگہ جو کہ لوم میں عمودی سمت میں استعمال ہوتا ہے)

کشمیری، جولاہے ایک افقی لُوم استعمال کرتے ہیں۔ جس پر اُن میں سے دو یا تین ساتھ ساتھ بیٹھ کر بنتے ہیں۔ عورتیں وارپ دھاگہ تیار کرتی ہیں۔ پھر اس دھاگہ کو لمبائی کے رخ پر لُوم میں رکھا جاتا ہے۔ ایک ۲ء۱ میٹر لمبی شال تیار کرنے کے لئے ۲۰۰۰ سے لیکر ۳۰۰۰ تک لمبائی کے رخ پر رکھے ہوئے دھاگے (WARP) ضروری ہوتے ہیں۔ عمودی بارڈر ریشمی وارپ پر بُنے جاتے ہیں تاکہ انہیں زیادہ مضبوطی دی جا سکے۔ "نقاش" نمونہ جات منتخب کرتا ہے۔ اور نمونہ کا ماہر روایتی "شال حروفِ تہجی" استعمال کرتے ہوئے یہ ہدایات لکھتا ہے۔ جولاہے یہ ارشادات بنتے وقت اپنے سامنے رکھتے ہیں۔

یہ ایک سُست عمل ہوتا ہے۔ اور ایک اوسط شال بننے کے لئے دو آدمیوں کو اپنی کھڈی پر ۱۸ ماہ تک کام کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ ایک اعلیٰ معیار کی شال تیار ہونے میں تین سال بھی لگ سکتے ہیں اُنیسویں صدی کی ابتداء تک یہ شالیں ایک ہی حصے میں تیار ہوتی تھیں۔ جتنے عرصے میں شال تیار ہوتی تھی، وارپ دھاگے کو اتنا عرصہ کھڈی پر کھنچے رہنا پڑتا تھا جو کبھی ٹوٹ بھی جاتا تھا یا بنا ہوا دھاگہ بعد میں کسی وجہ سے خراب ہو جاتا تھا۔ اس کو مرمت کرنے کے لئے نہایت باریکی سے کام کیا جاتا تھا جسے "گمشدہ مرمت" (LOST MENDING) کا نام دیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ شال کی سیدھی طرف سے نظر نہیں آتی۔ وہ آدمی جو سال ہا سال یہ باریک اور تفصیلی کام کرتے ہیں اپنی نظر جزوی یا کلی طور پر کھو بیٹھتے ہیں۔ WARP دھاگہ کو اتنا لمبا عرصہ کھڈی پر کھنچا رہنے میں مدد دینے کے لئے اور رگڑوں سے بچانے کے لئے، اسے تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد چاول کے آٹے سے تیار کردہ باریک لئی سے گیلا کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ جب یہ شال تیار ہو جاتی ہے تو پھر اسے اس نشاستہ اور اس سے پیدا ہونے والی سختی سے بچنے کے لئے دھونا پڑتا ہے۔ تھامس وگنے (THOMAS VIGNE) جس نے ۱۸۴۰ء میں کشمیر کا سفر کیا لکھتا ہے

باقی ص۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون۔ سین

جارجیا میں آزادی کی لہر

ماسکو سے جو اطلاعات مل رہی ہیں ان کے مطابق روسی ریپبلک جارجیا جو بحر اسود پر واقع ہے اور ترکی کے شمال میں ہے وہاں بھی آزادی کی لہر اٹھی ہے۔ وہاں کے لوگوں نے گورنمنٹ کے مختلف دفاتر پر قبضہ کر لیا ہے اور اسی طرح کمیونسٹ پارٹی کی مختلف عمارتیں بھی ان کے ہاتھ لگی ہیں۔ پبلک ٹرانسپورٹ تقریباً معطل ہو کر رہ گئی ہے۔ خاص طور پر طبلسی میں جو جارجیا کا دارالخلافہ ہے۔ ۹ پولیٹیکل پارٹیوں نے بعض دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر نیشنل سالویشن کمیٹی قائم کر لی ہے۔ یہ خبر کراسنائیا سوزدا جو روسی فوج کا اخبار ہے نے لوگوں تک پہنچائی ہے۔ ایک نیشنل ڈیفنس کمیٹی ایسے رضاکاروں کی فہرست تیار کر رہی ہے جو اس ممکنہ جنگ میں اپنا سب کچھ جھونک دینے کے لئے تیار ہوں گے۔ اگرچہ اس اخبار نے یہ تو نہیں بتایا کہ روسی حکام اس سلسلے میں کوئی کارروائی کر رہے ہیں یا نہیں اور لوگوں کی بے چینی دور کرنے کے لئے کوئی اقدامات سوچ رہے ہیں یا نہیں۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ اگر کسی ریاست میں بے چینی ہو تو حکومت کے افسروں کا فرض اولین یہ ہے کہ اسے دور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔ جارجیا کی ریاست ۱۹۳۶ء سے روس کا ایک حصہ ہے۔ اس سے قبل روسی ریپبلک آذربائیجان میں بھی ایک ایسی ہی لہر کے نتیجے میں لوگوں نے شہر کے ریڈیو سٹیشن پر قبضہ کر لیا اور تحفظاتی پولیس بھی قائم کر لی۔ لینکوران کے شہر میں یہ واقعات آذربائیجان کے ایک گاؤں میں گولیاں چلنے کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔ اس موقع پر ایک روسی افسر ہلاک ہو گیا تھا اور ایک سارجنٹ زخمی۔ کہتے ہیں کہ لینکوران (LENKORAN) اور زالیل آباد (DZHALIL ABAD) کے شہروں میں بے چینی بڑھ رہی ہے۔ یہ دونوں شہر ایران اور روس کی سرحد پر واقع ہیں۔

خاتونِ آہن

برطانیہ کی وزیراعظم مسز مارگریٹ تھیچر تین انتخابات تو آسانی سے جیت چکی ہیں۔ اب اس عرصہ وزارت عظمیٰ میں یوں لگتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی مخالفت بڑھ رہی ہے اگرچہ ان کی مخالف لیبر پارٹی نے کسی حد تک اپنے آپ کو لوگوں کے لئے دل پسند بنایا تو ہے لیکن ابھی جیتنے کے لئے انہیں بہت کچھ کرنا ہے چنانچہ مسز مارگریٹ تھیچر کہتی ہیں کہ ان کا وزارت عظمیٰ سے ریٹائر ہونے کا قطعاً کوئی خیال نہیں ہے۔ میں مضبوط بھی ہوں اور اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ بھی کر سکتی ہوں۔ یہ بات انہوں نے ایک مقامی ٹیلیویژن کے پروگرام میں کہی۔ اس پروگرام کے میزبان ایرین ووگان (WOGAN) ہیں۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا اب وہ ریٹائر ہو کر تھوڑا بہت سوئی دھاگے کا کام بھی کرنا چاہتی ہیں۔ جواباً مسز تھیچر نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ مجھ میں ابھی کچھ اور سال باقی ہیں۔ تھیچر کی عمر ۶۴ سال ہے اور ان کی یہ مدت وزارت ۱۹۹۲ء میں ختم ہو گی وہ کہتی ہیں کہ انہیں بچپن میں یہ سکھایا گیا تھا کہ کاہلی گناہ کے مترادف ہے۔ "ووگن" جو ایک دل پسند پروگرام ہے۔ اسمیں انہیں لا کر گفتگو کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ گزشتہ چند ماہ سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ ان کی شہرت متاثر ہو رہی ہے۔ انہیں گزشتہ دنوں اپنی پارٹی کے ایک معمولی سے رکن پارلیمنٹ سے چیلنج کا سامنا تھا لیکن انہوں نے یہ وقت کامیابی کے ساتھ گزارا۔

جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ ان پر جو یہ الزامات لگائے جاتے ہیں کہ وہ کابینہ کے مشورے کی پرواہ نہیں کرتیں اور حاکمانہ رویہ اختیار کئے رکھتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ بات بالکل غلط ہے لیکن یہ تو سوچئے کہ آخر میں وزیراعظم ہوں اگر میں حاکمانہ رویہ اختیار نہ کروں تو میرے وزیراعظم ہونے کا کیا فائدہ اور پھر میں دوسرے سربراہان مملکت سے بھی ملتی اور گفت و شنید کرتی ہوں۔ میں دیکھتی ہوں کہ وہ بھی حاکمانہ لہجے میں بات کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ کیا عورت ہونے کی وجہ سے ان کے مخالف ان کی رعایت کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ ایسا کیوں کریں ان کے مرد ہونے کی وجہ سے میں تو ان سے کوئی رعایت نہیں کرتی۔

کیشب شنکر

بچوں کی بنائی ہوئی ٹیڑھی میڑھی اور الٹی پلٹی

تصاویر دیکھ کر بڑوں کو خیال آیا کہ اگر انہیں تھوڑی سی ترتیب دے دی جائے تو اسکا نام کارٹون رکھا جا سکتا ہے۔ یا کسی اور چیز نے بڑوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کارٹون بنائیں جن میں سر بڑے اور ٹانگیں بہت چھوٹی بازو بھی چھوٹے چھوٹے یا کسی چیز کو کٹہرے میں ڈال کر دکھایا جائے یا اور کوئی ایسی تصویر اور اسکا نام کارٹون رکھ دیا گیا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت کارٹون بنانے کا فن دنیا بھر میں رائج بھی ہے اور اپنے عروج پر بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک کارٹون بنا کر جو صرف ایک دو انچوں تک محدود ہوتا ہے ایک پورا صفحہ لکھنے والے لکھاری کے برابر معاوضہ وصول کر لیا جاتا ہے۔ اسی لئے جن لوگوں نے کارٹون بنانے میں مہارت حاصل کی ہے انہیں اپنی روزی کے لئے کوئی اور کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ شروع شروع میں کارٹون بنانے والوں کو بعض اوقات ایک کارٹون کے دو روپے یا اس سے بھی کم رقم ملتی تھی۔

حال ہی میں (۲۶ دسمبر) ہندوستان کے سیاسی کارٹون کے باوا آدم کیشب شنکر پلائی ۸۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں ان کا پورا نام تو کیشب شنکر پلائی تھا لیکن معروف وہ صرف شنکر کے نام سے تھے۔ بچپن میں انہیں ٹیڑھی میڑھی تصویریں بنانے کا شوق تھا۔ لیکن اس شوق کو انہوں نے اتنا عروج پر پہنچایا کہ وہ کارٹون بنانے والوں کے باوا آدم بن گئے ہندوستان کی آزادی سے پہلے بھی ان کی یہی حالت تھی اور ہندوستان کی آزادی کے بعد بھی اب سیاسی کارٹون تمام اخباروں کی ایک ضرورت بن گیا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں آپ نے اپنا ایک پرچہ "ہفتہ وار شنکر" جاری کیا جسے عام طور پر ہندوستان کا پنچ کہا جاتا تھا۔ اسمیں انہوں نے اپنے کارٹون بنانے کے شوق کو انتہا تک پہنچا دیا اور اسکے ذریعے خاصی سیاسی طاقت حاصل کی۔ ۱۹۷۵ء میں جب وہاں ایمرجنسی نافذ کی گئی تو اس پرچے کو انہیں بند کرنا پڑا اور اسکے بدلے انہوں نے اپنی توجہ بچوں کی طرف مبذول کر دی۔ اس سے قبل ۱۹۵۷ء میں انہوں نے بچوں کی کتابوں کا ٹرسٹ شروع کیا تھا اور اسی طرح شنکر کا عالمی گڑیا میوزیم (عجائب گھر) بھی۔ آپ کچھ دیر سے بیمار تھے اور ۲۶ دسمبر کو اسی بیماری سے وفات پا گئے۔ آپ کے پانچ بچے آپ کی یادگار ہیں۔ کہتے ہیں آپ کی آخری رسوم کے لئے آپ کے بہت سے چاہنے والے موجود تھے۔ صدر وینکٹارامن نے بھی تعزیت کا پیغام بھیجا اور انکی طرف سے پھولوں کی چادر بھی ان کی میت پر چڑھائی گئی۔ کارٹونسٹوں میں سے دو بہت بڑے کارٹونسٹ "رنگا" اور "سدھیر تائی لنگ جی" بھی میت کی رسوم کے موقع پر موجود تھے۔

کیشب شنکر پلائی کیرالہ میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیم ماویلیکارا میں مکمل کی یعنی تعلیم کا پہلا مرحلہ اور اسکے بعد مہاراجہ کالج تریوینڈرم میں داخل ہوئے۔ بعد میں انہوں نے بمبئی میں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ اور فن کی بھی۔ اسی سلسلے میں وہ لندن میں بھی ۱۴ ماہ قیام پذیر رہے کچھ عرصے کیلئے وہ انڈین شپنگ کے بہت بڑے آدمی نارو تم مرارجی کے سیکرٹری بھی رہے لیکن بعد میں انہوں نے ہندوستان ٹائمز کے عملے میں شرکت کر لی اور ۱۹۳۲ء سے لیکر ۱۹۴۶ء تک ہندوستان ٹائمز کیلئے کام کرتے رہے۔ ہندوستان ٹائمز کو چھوڑنے کے بعد انہوں نے راما کرشنا ڈالمیا، ہندوستان کے مشہور صنعتکار کے ساتھ مل کر انڈین نیوز کرانیکل پرچہ جاری کیا۔ لیکن کچھ دیر بعد اس پرچے کو چھوڑ کر انہوں نے اپنا پرچہ ہفتہ وار شنکر جاری کر دیا۔ کارٹونوں کی ایک کتاب کے دیباچے میں پنڈت جواہر لال نہرو ہندوستان کے اسوقت کے وزیر اعظم نے لکھا کہ شنکر اس بات میں ماہر ہیں۔ اور دوسروں سے منفرد کہ بغیر کسی سے نفرت کا اظہار کئے وہ ان لوگوں کی جو اپنے آپ کو پبلک کے سامنے لاتے ہیں غلطیوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور یہ ہم سب کیلئے ایک بہت بڑی خدمت کا کارنامہ ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ہم سب اپنے آپ کو ضرورت سے بہت بڑا سمجھنے لگیں۔

ان کے ملک نے انہیں سب سے اعلیٰ اعزاز سے یوں نوازا کہ انہیں پدما شری اور پدما بھوشن اور پدما وی بھوشن کے تمغے دیئے گئے۔

چونکہ شنکر نے بہت سی دنیا دیکھی تھی مشرقی یورپ میں بھی ان کی خوب پذیرائی ہوئی گذشتہ ۱۵ سالوں میں انہوں نے زیادہ تر بچوں کی کتابوں کی طرف توجہ کی جو ٹرسٹ انہوں نے قائم کیا تھا وہ اب تک ۷۰۰ سے زیادہ کتابیں انگریزی اور ہندی میں اور اسکے علاوہ مقامی زبانوں میں شائع کر چکا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو کچھ بچوں کے لئے کیا جا رہا ہے وہ شنکر پلائی کے اس نظریے کی تقلید میں کیا جا رہا ہے کہ بچے اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں ہر چیز کا بہترین حصہ ملے۔ اور اس سے کم نہیں

الفضل میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصایا

ضروری نوٹ :- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری
مجلس کارپرداز ربوہ

مسل نمبر ۲۷۳۱۳ :- میں امتہ السمیع بنت رانا مقصود احمد صاحب قوم راجپوت پیشہ استانی تدریس عمر ۲۳ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰ 11/89 میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) زیورات طلائی ۱/۲ تولہ مالیتی 1675/- روپے۔ زیورات چاندی دو تولہ مالیتی ۱۲۰/- روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ ۱۱۰۰/- روپے ماہوار بصورت تدریس مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ امتہ السمیع معرفت رانا ٹریڈرز علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ گواہ شد نمبر ۱۔ عبدالخالق نیر مربی سلسلہ وصیت نمبر ۲۵۴۷۳۔ گواہ شد نمبر ۲۔ رانا منصور احمد وصیت نمبر ۲۶۲۱۹۔

مسل نمبر ۲۷۳۱۴ :- میں آصف محمود ولد چوہدری رشید احمد صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۷/۸۹ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ اس وقت مجھے مبلغ ۱۰۰۰/- روپے ماہوار بصورت ملازمت مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ آصف محمود۔ مکان نمبر ۶۰ سیکٹر D-4 اسلام نگر اورنگی ٹاؤن کراچی۔ گواہ شد نمبر ۱ غلام مصطفےٰ جنجوعہ وصیت نمبر ۲۴۰۹۷۔ گواہ شد نمبر ۲۔ محمد ظفر اللہ وصیت نمبر ۲۴۰۳۹۔

مسل نمبر ۲۷۳۱۵ :- میں ناصرہ بیگم زوجہ رشید احمد قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۴۵ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن اورنگی ٹاؤن کراچی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶-۶-۸۹ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) حق مہر بذمہ خاوند ۱۰۰۰/- روپے (۲) زیورات طلائی ایک تولہ مالیتی ۳۰۰۰/- روپے (۳) والدین کے ترکہ سے نقد رقم ۵۰۰۰/- روپے۔ کل ۹۰۰۰/- روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ ۲۰۰/- روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ منظوری سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ۔ ناصرہ بیگم زوجہ چوہدری رشید احمد D-4/174 اسلام نگر اورنگی ٹاؤن کراچی۔ گواہ شد نمبر ۱۔ محمد ظفر اللہ وصیت نمبر ۲۴۰۳۹۔ گواہ شد نمبر ۲۔ چوہدری رشید احمد خاوند موصیہ۔

اعلان دارالقضاء

محترمہ امتہ الحفیظ قریشی صاحبہ بنت قریشی محمد مطیع اللہ صاحب (اہلیہ مکرم اعزاز الحق صاحب فنانس سیکرٹری مجلس انصار اللہ یو۔کے) نے درخواست دی ہے کہ اُن کی والدہ محترمہ حنیفہ طاہرہ صاحبہ وفات پا گئی ہیں۔ ان کا مکان نمبر ۲۵/۱ محلہ دارالنصر غربی۔ ربوہ درخواست دہندہ کے نام منتقل کیا جائے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء کو اطلاع دیں۔

(ناظم دارالقضاء۔ ربوہ)

بقیہ: کشمیری شالیں

کہ شال کی دھلائی کے لئے بہترین پانی اس نہر کا ہے جو کہ جھیل کو دروگ جن لاک (DROG JAN LOCK) سے ملاتی ہے یہاں واش ہاؤس (WASH HOUSE) میں چونے کے پتھر کی سلوں میں ایک گول سوراخ ہے جو کہ ڈیڑھ فٹ قطر کا ہے اور اس کی گہرائی ایک فٹ ہے۔ شال کو اس کے اندر رکھ کر پانی سے بھر دیا جاتا ہے اور پانچ منٹ تک اسے ننگے پاؤں سے روندا جاتا ہے۔ پھر ایک آدمی اسے نہر میں لے جاتا ہے جہاں وہ خود بھی پانی میں کھڑا ہو کر اسے آگے پیچھے حرکت دیتا ہے اور پھر ایک ہموار پتھر کی سطح پر زور زور سے مارتا ہے۔ یہ آخری عمل تین چار مرتبہ دہرایا جاتا ہے اور شال کو ایک مرتبہ پھر نہر کے پانی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آخر میں شالیں خشک ہونے کے لئے سایہ میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اس نہر کے پانی میں کچھ ایسی تاثیر ہے جو کہ شال کو ناقابلِ بیان ملائمت عطا کرتی ہے (TRAVELS IN KASHMIR)۔

کشمیر کی آبادی کا ایک کثیر حصہ اس صنعت سے وابستہ تھا جس کی مصنوعات سارے مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب کو برآمد کی جاتی تھیں۔ برطانوی، پہلی یورپی قوم تھے جنہوں نے کشمیر کی بُنی ہوئی مصنوعات میں اپنی دلچسپی پیدا کی۔ یہ مصنوعات اُن تک ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہازوں کے ذریعے پہنچتی تھیں۔ اٹھارویں صدی کے آخری عشرے کے دوران برطانوی خواتین کشمیری شال کو دل و جان سے چاہنے لگی تھیں۔ لیکن فرانس میں فقط چند ایک باہمت فیشن ایبل افراد نے ہی رواج کی تبدیلی کی اس فضا کو محسوس کیا۔ اور انہیں پہننا شروع کیا۔ اس دور تک فرانسیسی خواتین اس بات کو جاننے میں پیچھے تھیں کہ ان نفیس شالوں کا کیا کیا جائے جو کہ ان کے باخبر مرد اپنے سفر سے واپسی پر گھر لاتے ہیں۔ جب نپولین کے افسر مصر کی مہم سے ان بدیشی ملبوسات کے تحائف لئے واپس لوٹے تو انہیں پورے جذبات کے ساتھ وصول کیا گیا۔ خواتین نے یہ محسوس کر لیا کہ ان کے نئے فیشن کے ساتھ کوئی بھی چیز کشمیری شال سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتی۔

اس کے بعد فرانس میں کشمیری شال کا جنون جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ فیشن ایبل خواتین، جوزفین بونا پارٹ جو کہ مستقبل کی ملکہ تھی، کی ہمسری میں کم از کم ایک یا اس سے زیادہ شالیں اپنے پاس رکھتی تھیں۔ ریکارڈ بتاتے ہیں کہ جوزفین کی ملکیت میں تقریباً ۶۰ شالیں تھیں جن میں سے کچھ کی قیمت ۸۰۰۰ سے ۱۲۰۰۰ فرانک تک تھی جو کہ ان دنوں میں بیحد زیادہ رقم تھی۔ ان کے اس قدر مہنگے ہونے کے باوجود ان کی مانگ، فراہمی کو بہت پیچھے چھوڑ گئی۔ اور کشمیری بافندوں کو اپنی پیداوار بڑھانے کے لئے اپنے پیداواری طریقے تبدیل کرنا پڑتے۔

تب سے لے کر یہ شالیں دو حصوں میں علیحدہ علیحدہ کھڈیوں پہ بنی جاتی ہیں۔ دونوں حصے مکمل ہونے پر انہیں کھڈی سے اتار کر آپس میں جوڑ دیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے رفوگر ایک سوئی کی مدد سے غیر مکمل کنارے کا ایک ایک وارپ دھاگہ لے کر اُسے دوسرے حصہ کے متعلقہ کنارے سے جوڑ دیتا تھا۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ اس پر خوبصورت کشیدہ کاری کر دی جاتی تھی۔ اس عمل کے نتیجے میں بننے والی کم قیمت اور کشیدہ کاری کی ہوئی شالوں نے یورپی لوگوں کو حیران کر دیا جو کشیدہ کاری کو فن کی بلندی خیال کرتے تھے ۱۸۱۰ء کے بعد سے کشمیری بافندوں نے یہ شال دو حصوں میں بننا شروع کر دی۔

گزرے ہوئے دنوں میں کشمیری شال، ایک دولہا کا اپنی دلہن کے لئے دوسرے روائتی جواہرات کے ساتھ شادی کا بہترین تحفہ خیال کی جاتی تھی۔ اور یہ نفیس چیز، سختی کے ساتھ صرف شادی شدہ خواتین کے لئے مخصوص تھی اور غیر شادی شدہ نوجوان لڑکیوں کے لئے یہ غیر مناسب خیال کی جاتی تھی۔ نپولین کی شادی کے تحائف میں اس کی بیوی میری لوئس کے لئے ۱۷ کشمیری شالیں شامل تھیں۔

حبوب مفیدِ اٹھرا
HABOOB-I-
MUFEED-I-ATTHRA
۲۰ گرام ___ ۱۵/- روپے
۶۰ گرام ___ ۴۵/- روپے
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شاہی طبیب حضرت حافظ حکیم مولانا نورالدین
کے مشہور شاگرد حضرت حکیم نظام جان کا
مشہور دواخانہ
(رجسٹرڈ)
• گوجرانوالہ فون ۴۴۸۴۷ • ربوہ فون ۹۰۶
• قلعہ کالروالا • ملتان • کراچی

انگریزی ادویات اور ٹیکہ جات کا مرکز
کنٹرول ریٹ پر اور بارعایت
بہتر تشخیص
مناسب علاج
کریم میڈیکل ہال
فون ۳۲۱۳۴
گول امین پور بازار۔ فیصل آباد

کراچی میں معیاری سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
الکریم جیولرز
بازار فیصل کریم آباد (چورنگی)
کراچی
پروپرائیٹرز
میاں عبداللطیف شاہکوٹی
اینڈ
سنز
فون: ۶۸۵۵۱۱

Al-Furqan Motors LIMITED
AUTHORISED DEALERS OF NATIONAL MOTORS LTD
FOR GANUINE TOYOTA PARTS

ٹویوٹا گاڑیوں کے ہر قسم کے اصلی پرزہ جات درج ذیل پتہ پر حاصل کریں۔
الفرقان موٹرز لمیٹڈ
۴۷۔ تبت سنٹر ایم اے جناح روڈ
کراچی ۳
فون
۷۲۴۶۰۶
۷۲۴۶۰۷
۷۲۴۶۰۹

خبریں

ملکی خبریں

○ گذشتہ ۸ روز کے خونی ڈرامے کے بعد چنیوٹ شہر میں مردنی چھائی رہی۔ مساجد کے لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے شہریوں کو متنبہ کیا جاتا رہا کہ کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ سخت کارروائی کی جائے گی۔ اس اعلان سے عملاً کرفیو نافذ ہو گیا۔ بازار میں دوکانیں سرکاری غیر سرکاری ادارے بند رہے۔ وزیر اعلیٰ نواز شریف نے کہا ہے کہ چنیوٹ اور گوجرہ کے واقعات کی تحقیقات سیشن جج سے کروائی جائے گی۔

○ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف نے الزام لگایا ہے کہ پیپلز پارٹی پنجاب میں امن و امان تباہ کر رہی ہے

○ پیپلز پارٹی پنجاب کے راہنما ملک غلام مصطفیٰ کھر نے کہا ہے کہ پنجاب کے عوام اب زیادہ دیر تک ناانصافیاں برداشت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب پر آمرانہ اقدامات کا الزام عائد کیا ہے

○ گورنر پنجاب جنرل ٹکا خان نے چنیوٹ کے واقعہ پر صدر سے طویل ملاقات کی ہے۔

○ ریلوے یونین کی طرف سے کسی پیشگی اطلاع کے بغیر اچانک ریل کا پہیہ جام کر دیا گیا۔ کوئی انجن شیڈ سے نہیں نکالنے دیا گیا۔ لاہور سے پورے ملک کیلئے آمد و رفت معطل ہو گئی۔

○ ڈی ایس پی چنیوٹ کو فوری طور پر تبدیل کر دیا گیا۔ پولیس ملازمین چھ گھنٹے تک محبوس رہے لیکن مقامی پولیس نے کوئی مدد نہ کی

○ سیالکوٹ کے نواحی گاؤں میں ڈاکہ پڑا۔ سات نقاب پوش ڈاکو ڈیڑھ لاکھ روپے لوٹ کر فرار ہو گئے۔

○ وفاقی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ کمالیہ پیپر مل کا منصوبہ نہ تو ختم کیا جائے گا اور نہ ہی اسے سندھ منتقل کیا جائے گا۔

○ مولانا احترام الحق تھانوی پیپلز پارٹی میں واپس آ گئے۔

○ البانیہ میں ۱۰ ہزار افراد نے ایک مظاہرے میں حصہ لیا۔ جس میں انہوں نے جمہوریت کے حق میں نعرے لگائے اور کمیونسٹ حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔

غیر ملکی خبریں

○ ماسکو کی وزارت داخلہ نے کہا ہے کہ جب تک ضرورت محسوس ہوئی سوویت فوجی آذربائیجان میں موجود رہیں گے۔ فوج اس علاقے میں اپنی گرفت مضبوط کر رہی ہے۔

○ ہنگری کے وزیر اعظم نے بتایا ہے کہ روس اصولی طور پر ہنگری سے اپنی فوجیں نکالنے پر رضامند ہو گیا ہے۔ اس کے لئے نظام الاوقات طے کرنا باقی ہے جس کے لئے اجلاس جلد منعقد ہو گا۔

○ یوگوسلاویہ میں کمیونسٹ پارٹی کی مکمل اجارہ داری ختم ہونے کے بعد البانیہ کی برسر اقتدار حکومت اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان نظر آ رہی ہے یوگوسلاویہ سے ملنے والی سرحد کے ساتھ ساتھ البانیہ نے اپنی سرحدوں پر سیکیورٹی کے انتظامات سخت کر دیئے ہیں۔ اور بجلی کی باڑھ لگا کر مزید سخت حفاظتی انتظامات کر لئے ہیں۔ کسانوں کو فوجی پہرے داروں کی نگرانی میں کھیتوں میں لے جایا جاتا ہے اور دیگر روایتی کمیونسٹ پابندیاں جاری ہیں۔

○ وینزویلا کا ایک طیارہ جس میں ۲۴ افراد سوار تھے۔ دھند کی وجہ سے پہاڑوں میں گر کر تباہ ہو گیا۔

○ سوویت فوجوں نے آذربائیجان کے قریب احتجاجی طور پر لنگر انداز بحری جہازوں پر ۴۰ منٹ تک گولہ باری کی اس گولہ باری کے نتیجے میں کئی جہازوں کو ڈوبتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ روس کی خبر رساں ایجنسی تاس کی اطلاع کے مطابق روسی فوجوں نے خلیج باکو کا محاصرہ ختم کر دیا ہے۔ آذربائیجان میں لوگوں نے عام ہڑتال کر رکھی ہے اور کام پر آنا چھوڑ دیا ہے۔ ماسکو کی طرف سے گذشتہ دنوں آذربائیجان میں ہنگامی حالت کا اعلان کر کے مظاہروں پر مکمل طور پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ جس کی مقامی لوگوں نے قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے متعدد احتجاجی مظاہرے کئے اور پابندی کو قبول نہیں کیا۔